ادبیات

جناب فضا ابن فیضی صاحب

غزل

اب شہر میں کہاں رہے وہ باوقار لوگ
مل کر خود اپنے آپ سے ہیں شرمسار لوگ

ہاتھوں میں وقت کے تو کوئی سنگ بھی نہ تھا
کیوں ٹوٹ کر بکھر گئے آئینہ دار لوگ

بیٹھے ہیں رنگ رنگ اُجالے تراشنے
رکھ کر لہو کی شمع سرِ رہگزار لوگ

اپنے دکھوں پہ طنز کوئی کھیل تو نہ تھا
زخموں کو پھول کہہ گئے ہم وضعدار لوگ

یہ بھی نہیں کہ رکھتے ہیں حالات کا شعور
رخ پر ہوا کی مڑ گئے بے اختیار لوگ

کیا قہر ہے کہ بادۂ کم ظرف کی طرح
ساغر میں ڈھل کے رہ گئے شعلہ گسار لوگ

باوصف روشنی بھی ہے نظر دھواں دھواں
پلکوں سے چُن رہے ہیں نظر کا غبار لوگ

کچھ سادگی طبع تھی کچھ مصلحت کا جبر
کانٹوں کو پوجتے رہے باغ و بہار لوگ

آب و ہوائے شہر جنوں خیز تھی بہت
دامن نہیں تھے پھر بھی ہوئے تار تار لوگ

شیشے سجا رہے تھے کہ پتھر برس پڑے
کیا کیا ہوئے ہلاکِ غمِ روزگار لوگ

یوں بھی ہوا کہ زہر کو تریاق کہہ گئے
قاتل ہیں اپنے آپ کے ہم ہوشیار لوگ

پھونکا ہیں تو نرم شگوفوں کی اوس نے
جیتے ہیں کیسے دل میں چھپا کر شرار لوگ

غم کا وہی سرور وہی حسرتوں کی آنچ
جیسے فضا ہیں میری غزل کا خمار لوگ